© rasailojaraid.com

عبدالرشید رحمت

ڈاکٹر طہٰ حسین

ایک ادیب ، ایک نقاد

مصر ایک زرخیز و مردم خیز خطہ ہے جہاں انسانی تہذیب و تمدن کی نشو و نما ہوئی اور وقتاً فوقتاً علم و فن کی عظیم شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں ۔ اور اسلامی تہذیب کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد اس میں مزید چار چاند لگ گئے ۔ اسے انبیاء علیہم السلام کے مستقر و مدفن ہونے کا بھی فخر حاصل ہے ۔ اس کے علاوہ بقول علامہ سیوطی تین سو صحابہؓ کرام کے قدم مبارک آنے کی وجہ سے اس کی فضیلت میں مزید اضافہ ہوتا گیا اور پہلی صدی ہجری ہی میں مصر ایک دارالعلم بن گیا جس کی طرف سفر کرنا ایک طالب علم کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا اور اس کی یہ اہمیت اب تک ویسی ہی ہے ۔ اس سرزمین نے بے شمار علماء اعلام ، محدثین ، مفسرین ، فقہا ، ادباء اور شعراء کو جنم دیا جن کا احصاء کرنا یہاں مقصود نہیں البتہ اس سرزمین کے ایک نامور فرزند کا ذکر کرنا ہے جو اپنے دور کا ایک نامور ادیب و نقاد تھا جسے اپنے دور کا ابوالعلاء معری کہا جائے تو چنداں مبالغہ نہ ہوگا ۔ جو بینائی سے محروم ہونے کے باوجود عربی زبان کا ایک نادرۂ روزگار ادیب تھا اور اپنی عظمت کا لوہا اپنی زندگی ہی میں احباب و اغیار سے منوا گیا ؛ خصوصاً مغربی مفکرین اسے خراج تحسین دیے بغیر نہ رہ سکے ۔

ابتدائی حالات زندگی : ڈاکٹر طہٰ حسین ۱۸۸۹ء میں مصر کے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گمنام قصبہ المغاغہ میں ایک معمولی کسان کے گھر پیدا ہوئے ۔ والد ماجد معمولی لکھے پڑھے تھے ، دیندار دیہاتی معززین میں شمار ہوتے تھے ۔ ان کے پاس اکثر احباب جمع رہتے تھے ۔ شعر گوئی اور قصہ کہانی جیسے موضوعات پر باتیں ہوتی رہتی تھیں ۔ طٰہٰ حسین ان میں بڑی دلچسپی لیتے تھے ۔ ان کا خاندان اتنا خوشحال بھی نہ تھا کہ تمام بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت کر سکتا یا گھر کے کسی مریض کا علاج کرا سکتا اور نہ ہی اتنا بدحال تھا کہ ایک نوکر بھی نہ رکھ سکتا ۔ جب طٰہٰ حسین تین سال کے ہوئے تو ان کی آنکھیں دکھنے لگیں ۔ کئی دن تک تو توجہ نہ دی گئی ، پھر گاؤں کے نائی کو علاج کے لیے بلایا گیا جس کے علاج سے وہ ہمیشہ کے لیے اندھے ہو گئے ۔ طٰہٰ حسین پر اس کا بڑا اثر ہوا جو تا عمر قائم رہا ۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ والدین اور بھائی اسے کمتر خیال کرتے ہیں جس کی وجہ صرف اس کی بینائی سے محرومی تھی ۔ لیکن کسے یہ معلوم تھا کہ یہ غریب نابینا لڑکا تاریخ انسانی کا ایک عظیم شاہباز ثابت ہوگا جو نہ صرف اپنے ملک بلکہ بیرون ملک بھی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا ۔

تعلیم : بچپن میں انھیں گاؤں کے ایک مکتب میں داخل کرا دیا گیا جہاں انھوں نے کئی دفعہ قرآن کریم حفظ کیا اور فراموش کیا ۔ مکتب کے استاد اور اس کے نائب کے ساتھ بڑے دلچسپ واقعات رونما ہوتے رہتے جنھیں طٰہٰ حسین نے ''الایام'' کی جزء اول میں ڈرامائی انداز سے حسین پیرایہ میں پیش کیا ہے ۔ اس کے بعد قاضی شہر سے الفیہ بن مالک پڑھا اور محکمۂ زراعت کے انسپکٹر سے تجوید قرآن کا درس لیا ۔ طٰہٰ حسین ۱۹۰۲ء میں جامعہ ازہر تشریف لے گئے کیونکہ ان کے والد انھیں جامعہ ازہر کا ایک شیخ دیکھنا چاہتے تھے ۔ طٰہٰ حسین بڑی آرزوئیں اور جوش و خروش سے جامعہ ازہر گئے ۔ وہ علم کی نہ ختم ہونے والی تشنگی لے کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہاں پہنچے تھے اور ان کے دل میں اس اعزاز کی تمنا موجزن تھی کہ جس طرح ان کے بڑے بھائی کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر نوازا گیا تھا ۔

اس دور میں ازہر اپنے بحرانی دور سے گزر رہا تھا ۔ تعلیم کا معیار پست تھا ۔ طلبہ نہایت ناگفتہ بہ زندگی گزار رہے تھے ۔ رہائش و خوراک گھٹیا تھی ۔ تعلیم میں جمود تھا جو چند ایک کتابوں میں محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ طہ حسین جس سمندر میں غوطہ لگانے کے لیے بے پناہ پیاس لے کر آئے تھے ، اسے بجھانے میں بالکل ناکام رہے ۔ یہاں ایک ذہین و فطین اور شدید قوت و شعور رکھنے والے بچے کو انتہائی تنگ نظر اور خود پسند شیوخ سے پالا پڑا ۔ انھیں اس بات کا بہت صدمہ ہوا ۔ اسے ستایا گیا ، ذہنی اذیتیں دی گئیں اور لاجواب ہو کر اندھا ہونے کی پھبتیاں کسی گئیں مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ ہمت نہ ہارا ۔ بات یہ تھی کہ طہ حسین جیسا دل و دماغ رکھنے والا عبقری انسان اٹکل پچو ، طفل تسلیوں اور شیوخ کے لفظی ہیر پھیر سے مطمئن ہونے والا نہ تھا ۔ اسے تو علم کی تلاش تھی جس کا کوئی کنارا نہیں ۔ وہ اس حقیقت کا طالب تھا جس پر پہنچ کر انسان کا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ بات ازہر کے قدامت پسند شیوخ اور لکیر کے فقیر محققین کے حلقوں میں ممکن نہ تھی ۔

جامعہ ازہر میں طہ حسین کو دو باذوق اور ہم خیال ساتھی ملے ۔ ''الایام'' میں ان کا ذکر صراحۃً نہیں ملتا لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ محمد حسن زناتی اور احمد حسن زیات تھے ۔ طہ حسین اس گروہ کے لیڈر تھے ۔ یہ تینوں ساتھی اکثر وقت مصر کی قومی لائبریریوں میں گزارتے یا قاہرہ کے بازاروں میں گھومتے پھرتے اور لطیفہ بازی کرتے اور ایک دوسرے کی ہجو بھی کہتے ۔

© rasailojaraid.com

rasailojaraid.com

ازہر میں قیام کے دوران طہٰ حسین کو امام محمد عبدہ کے اسباق میں حاضر ہونے کا بھی موقع ملا ۔ اس کے علاوہ الشیخ السید المرصفی جیسے ادیب کی شاگردی کا فخر بھی حاصل ہوا جو ان دنوں دیوان حماسہ پڑھایا کرتے تھے اور الکامل للمبرد اور دیگر ادبی کتابوں کا درس بھی دے رہے تھے جس کا مقصد قدیم کوفہ و بصرہ کے انداز تنقید کو از سرنو زندہ کرنا تھا ۔ شیخ مرصفی اس دور کے طریق تعلیم اور دیگر امور پر ناقدانہ انداز سے بحث کرتے جس کی وجہ سے شیخ الازہر نے الکامل کا درس بند کرا دیا ۔

اس پر طہٰ حسین نے ازہر اور شیخ الازہر کے خلاف ایک طویل مقالہ لکھ کر اخبار ''الجریدۃ'' کے سپرد کیا جس میں جامعہ ازہر کی انتظامیہ اور اساتذہ پر سنگین الزامات لگائے اور آزادی رائے کی حمایت کی[1] ۔

حفظ قرآن اور جامعہ ازہر میں عربی زبان و ادب کی تعلیم سے طہٰ حسین کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عربی لغت و قواعد کی بنیادیں بہت مضبوط ہو گئیں ۔ آگے چل کر یہی بنیادیں اس کے منفرد اسلوب نگارش کے لیے قیمتی سرمایہ ثابت ہوئیں ۔

طہٰ حسین نے جب یہ دیکھا کہ اسے ازہر سے کچھ حاصل نہ ہوگا تو اس نے شیوخ ازہر کی دنیا کو خیرباد کہا اور بقول طہٰ حسین ''عماموں کی دنیا سے منقطع ہو کر طرابیش کی دنیا سے منسلک ہو گئے'' ۔

اس زمانے میں مصری اہل علم کی کوششوں سے جامعہ مصریہ قائم ہو گئی تھی جہاں یورپ کے بعض مشہور مستشرقین بھی تعلیم دیتے تھے ۔ طہٰ حسین بھی جامعہ مصریہ میں داخل ہو گئے ۔ یہاں انھیں پروفیسر نلینو

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ، الایام : ۲ : ۱۶۷ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے عظیم اٹالین مستشرق سے استفادہ کا موقع ملا اور انھیں مستشرقین کے انداز تحریر و تحقیق سے روشناسی ہوئی ۔ اس کے علاوہ روزنامہ "المؤید" کے ایڈیٹر احمد لطفی السید سے بھی ان کے تعلقات قائم ہو گئے ۔ اور الجریدہ میں ان کے مضامین کا سلسلہ چل نکلا ۔ جامعہ مصریہ میں انھیں شیخ محمد المہدی ، شیخ محمد الخضری اور مستشرق جوئیڈی سے بھی استفادہ کا موقع ملا ۔

جامعہ مصریہ میں انھوں نے ۱۹۱۴ء میں ابوالعلاء المعری پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی جو بعد میں "ذکری ابی العلاء" کے نام سے شائع ہوئی ۔ طٰہٰ حسین پہلا مصری تھا جس نے اس یونیورسٹی سے یہ اعزاز حاصل کیا ۔

سفر یورپ : اس زمانے میں مصری حکومت یورپین یونیورسٹیوں میں مصری طلبہ کو بھیج رہی تھی ۔ طٰہٰ حسین نے بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا ۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۵ء میں وہ فرانس روانہ ہو گئے ۔ روانگی کے وقت ان کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ جس طرح المعری طلب علم کے لیے بغداد گیا تھا اسی طرح وہ پیرس جا رہا ہے اور وہ واپسی پر ازہری لباس میں خلوت کی زندگی بسر کرے گا ۔ لیکن طٰہٰ حسین جنگ عظیم اول کے باعث پیرس میں زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکے ۔ کچھ عرصے بعد پھر پیرس روانہ ہوئے جہاں ۱۹۱۷ء میں "فلسفۃ ابن خلدون الاجتماعیۃ" پر ایک شاندار مقالہ ساربون یونیورسٹی کو پیش کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔ یہ مقالہ فرانسیسی زبان میں لکھا گیا تھا ۔ بعد میں خود مؤلف کے ایماء سے ۱۹۲۵ء میں محمد عبداللہ عنان نے عربی میں اس کا ترجمہ شائع کیا ۔

ازدواجی زندگی : فرانس میں تعلیم کے دوران سوزان نامی فرانسیسی خاتون کو ان کا معاون ریڈر (Reader) بنا دیا گیا ۔ اس خاتون کی آواز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایسی شیرینی اور اس کی پُرکشش شخصیت میں وہ جادو تھا جس نے طہٰ حسین کو پہلی ملاقات میں گھائل کر دیا ۔ اور وہ بھی طہٰ حسین کی ذہانت و لیاقت سے اس قدر متاثر ہوئی کہ ماں کے منع کرنے کے باوجود اس کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئی - اس خاتون نے طہٰ حسین کی زندگی بدل ڈالی اور مایوسی و ناکامی کی جگہ روشن و درخشندہ مستقبل نے لے لی ۔ وہ اس کی بیوی بھی تھی اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی جس نے دنیا کے ستائے ہوئے مایوس نوجوان کو عربی زبان و ادب کا سب سے بڑا ادیب بنا دیا ۔ طہٰ حسین نے متعدد مقامات پر اپنی بیوی کو عظیم محسن قرار دیا ہے -

طہٰ حسین اور ابوالعلاء المعری کی سیرتوں میں باہم گہری مشابہت پائی جاتی ہے کہ دونوں بچپن میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے اور اپنے زمانے کے علماء اور جاہ پرست جہلاء نے انھیں ستایا تھا ۔ طہٰ حسین کی طرح معری بھی ایک عبقری اور بے حد ذہین و حساس انسان تھا ۔ دنیا و اہل دنیا سے تنگ آ کر معری نے بھی اپنے آپ کو (رہین المحبسین) دو قید خانوں کا قیدی قرار دیا تھا ۔ ایک بینائی سے محرومی کا قید خانہ اور دوسرا اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری ۔ معری عمر بھر ان دونوں قید خانوں میں کراہتا رہا اور فلسفۂ و فن کے گہر ہائے گراں مایہ پیدا کرتا رہا ۔

طہٰ حسین کا بھی یہی ارادہ تھا کہ فرانس سے واپسی کے بعد وہ اپنے گاؤں چلا جائے گا اور خود کو ان قید خانوں کا قیدی بنا کر علم و فن کی خدمت میں مصروف عمل رہے گا مگر زندگی کے اس حسین حادثے نے اس کی دنیا ہی بدل ڈالی اور مصر واپس آنے کے بعد وہ گوشۂ گمنامی میں عافیت تلاش کرنے کی بجائے میدان عمل میں کود پڑا ۔ تصنیف و تالیف ، تدریس و تعلیم اور سیاست و صحافت غرض ہر میدان میں اس نے بڑھ چڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر حصہ لیا اور ہر میدان میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گیا۔

میدان عمل : فرانس سے واپسی پر وہ جامعہ مصریہ میں قدیم تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے - ۱۹۲۵ء میں انھیں عربی کا استاد مقرر کر دیا گیا جہاں انھوں نے قدیم عربی شاعری کو اپنا موضوع سخن بنایا اور جاہلی دور کی عربی شاعری کو اصول تشکیک کی بنیاد پر پرکھا اور بتایا کہ اس کا بہت بڑا حصہ جعلی اور الحاق ہے - اس موضوع پر اس نے جو لیکچرز دیے انھیں بعد میں ''فی الشعر الجاہلی'' کے نام سے شائع کیا گیا جس کو قدیم طرز کے علماء و ادباء نے ناپسندیدگی سے دیکھا، مظاہرے کیے گئے اور معاملہ پارلیمنٹ میں پہنچ گیا - ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا جس کے صدر احمد لطفی السید تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے یونیورسٹی سے استعفٰی دے دیا۔ کمیشن نے طہ حسین کے خلاف اس تحریک کو یونیورسٹی کی آزادی پر حملہ تصور کیا اور ڈاکٹر صاحب کے حق میں فیصلہ دے دیا - استعفٰی نامنظور ہوا البتہ کتاب واپس لے لی گئی - ۱۹۲۷ء میں یہی کتاب حک و اضافے کے ساتھ ''فی الادب الجاہلی'' کے نام سے شائع ہوئی - اس معرکے نے طہ حسین کو عزت و شہرت سے ہمکنار کر دیا - اگرچہ مذہب پسند طبقہ اب بھی ان کے نظریات سے اختلاف رکھتا ہے - ۱۹۴۲ء میں طہ حسین مشیر تعلیم اور جامعہ مصریہ کے وائس چانسلر مقرر کیے گئے - اس وقت طہ حسین کی شہرت مصر سے باہر مشرق اور یورپ تک پھیل چکی تھی - ۱۹۴۵ء میں انھوں نے ''الکاتب المصری'' کے نام سے ایک اخبار اور ادارہ قائم کیا جسے حکومت نے ۱۹۴۸ء میں ضبط کر لیا - ۱۹۴۹ء میں طہ حسین مصر کے وزیر تعلیم بنے - اس کے علاوہ روزنامہ ''الجمہوریۃ'' کے اعزازی ایڈیٹر بھی مقرر ہوئے -

تصانیف : ڈاکٹر صاحب کی تصانیف بہت زیادہ ہیں - چند ایک کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نام یہ ہیں :

۱- ادیب -	۲- حدیث الاربعاء -
۳- خصام و نقد -	۴- رحلۃ الربیع و الصیف -
۵- علی ہامش السیرۃ -	۶- فی الادب الجاہلی -
۷- مع المتنبی -	۸- المعذبون فی الارض -
۹- فن ادب التمثیل العربی -	۱۰- فن حدیث الشعر و النثر -
۱۱- نقد و اصلاح -	۱۲- الوعد الحق -
۱۳- دعاء الکروان -	۱۴- الایام -
۱۵- الفتنۃ الکبری -	۱۶- علی و بنوہ -
۱۷- الشیخان -	۱۸- شجرۃ الرس -
۱۹- مرأۃ الاسلام -	

ذیل میں صرف ان کی چند کتابوں پر مختصراً کلام کرنا مقصود ہے کیونکہ ان کتابوں سے طہ حسین کی شخصیت کے خد و خال نمایاں طور پر واضح ہیں اور ان کی نفسیات و احساسات بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں ۔

الایام : الایام کے متعلق مشرق و مغرب کے نقادوں کی متفقہ رائے ہے کہ طہ حسین کی تمام تحریرات ، میں دور جدید کے مصری ادب میں ''الایام'' ایک عظیم کارنامہ ہے - چنانچہ پروفیسر گب (Gibb) لکھتا ہے :

> "Much more important from every point of view is the literary autobiography, entitled Al-Ayyam (Days) a work which is justly praised for its depth of feeling and for the truth of its descriptions and has a good claim to be regarded as the finest work of art yet produced in modern Egyptians Literature".[1]

1- Studies on the civilizations of Islam by A. R. Gibb : 279.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح قاہرہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور مشہور نقاد شوق ضیف لکھتا ہے :

''انی اری کثیرا من النقاد الشرقیین و الغربیین ان هذه قصة اروع ما کتب طه حسین''۔

الایام کے پہلے حصے میں طہ حسین اپنے بچپن کی زندگی کو افسانوی رنگ میں پیش کرتا ہے ۔ وہ بتاتا ہے کہ کس طرح ایک نابینا بچہ ایک غریب دیہاتی گھرانے میں نشو و نما پاتا رہا ۔ باہر کی دنیا کے متعلق اس کا تصور کیا تھا ۔ کئی بھائی بہنوں پر مشتمل وسیع خاندان میں والدین کی شفقت اور ماحول سے کیا تاثر لیا ۔ مکتب میں حفظ قرآن کے دوران جو واقعات پیش آئے انھیں وہ صفائی و جرأت سے پیش کرتا ہے ۔ پھر چھوٹی بہن کی موت اور جوان بھائی کی وفات سے خاندان جس درد و الم سے دو چار ہوا اس کی صحیح اور انوکھے انداز میں تصویر پیش کی ہے ۔ وہ ضمیر متکلم کی بجائے ''صاحبنا و صبینا'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو معنی خیز ، دلچسپ اور فن کارانہ انداز ہے ۔ غم و الم ، حزن و بے بسی غربت و جہالت اور معذور ہونہار بچہ کی تڑپتی ہوئی امنگوں کے تمام مناظر طنز و مزاح کے ایسے پُرکشش انداز میں پیش کیے گئے ہیں جو طہ حسین ہی کا حصہ ہے ۔ وہ اپنی دردناک حسرتوں اور مشکلات کو ایسے مزاحیہ رنگ میں پیش کرتا ہے کہ قارئین کی آنکھوں سے آنسو امڈنے کی بجائے تبسم زیر لب کے ساتھ ہمدردی کے جذبات ابلنے لگتے ہیں ۔

دوسرے حصے میں وہ ہمارے سامنے قدامت پسند ازہر کی تصویر پیش کرتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ذہین نابینا بچہ کس طرح جامعہ ازہر کے کسی ستون کے پاس کسی شیخ سے علوم قدیمہ کا درس سن رہا ہے ۔ صبح و شام پیش آنے والی مشکلات جو ایک نابینا طالب علم کو پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آ سکتی ہیں کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے جیسے ان کے دماغ میں ایک کیمرہ نصب ہے جس کے ذریعہ سے وہ طلبہ اور شیوخ کے حلقوں کی صحیح اور مفصل تصاویر دیتے رہے - پھر طہ حسین کی انقلابی روح ازہر کی تقلید و جمود سے بےقرار نظر آتی ہے اور جامعہ مصریہ کا رخ کرتی ہے - بہرحال الایام کا دوسرا حصہ اگرچہ دلچسپ معاشرتی و شخصی معلومات کی دستاویز ہے مگر حصہٗ اول کا مقابلہ نہیں کر سکتا -

طہ حسین کا خیال تھا کہ الایام کی تیسری جلد شائع ہونے کا امکان کم ہے کیونکہ اس سے بہت سی اہم شخصیات کے بےنقاب ہونے کا خطرہ ہے اور اس سے مصری حکومت اور عوام کی ناراضگی مول لینا پڑے گی - الایام میں طہ حسین نے مصری بدنصیب دیہاتیوں کی زندگی کا نقشہ خوب کھینچا ہے اور معاشرتی خرابیوں پر جرأت مندانہ تنقید کی ہے نیز دیہاتیوں کی توہم پرستی ، مذہبی رسم و رواج ، اہل مذہب کی سادہ لوح عوام سے فریب کاریاں اور مصری قوم کی مراعات زندگی سے محرومی جیسے موضوعات کو طہ حسین نے منفرد انداز میں پیش کیا ہے - اس لحاظ سے الایام انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے شروع سے ہمیں مصری معاشرے سے روشناس کراتی ہے - اس کے علاوہ جامعہ ازہر کی ثقافت و تعلیم کے تمام پہلوؤں کی نقاب کشائی کرتی ہے -

الایام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ یہ مختلف جامعات میں داخل نصاب ہے اور دنیا کی مشہور زبانوں مثلاً انگریزی ، فرانسیسی ، روسی ، چینی ، اطالوی اور اردو میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں -

الایام کا تنقیدی جائزہ : سطور بالا میں ہم نے تصویر کا ایک رخ پیش کیا ہے کیونکہ جہاں تک طہ حسین کے ادیب ہونے کا تعلق ہے بلاشبہ اس میدان میں ان کا کوئی حریف نہیں - ذیل میں ہم دوسرا رخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کرنا چاہتے ہیں جہاں اس نے اپنے عقائد و خیالات کی روشنی میں بعض ایسی حرکات کا ارتکاب کیا ہے جس سے ایک مسلمان کبھی خوشی محسوس نہیں کر سکتا ۔

آئیے تصویر کے اس رخ کو الایام کی روشنی میں تلاش کریں کہ یہ نابینا ادیب اسلام اور اس کے اعمال و افعال کا کس طرح مذاق اڑاتا ہے ۔ یہ سب کچھ اس بات کا ردعمل تھا کہ معاشرہ نے اسے وہ مقام نہ دیا تھا جس کا وہ خواہاں تھا ۔ یا اس کے سرپرست مستشرقین کی جماعت صرف اس طرح خوش ہو سکتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے قدیم معاشرے کی دھجیاں بکھیرے اور انھیں بطور اضحوکہ پیش کرے ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ الایام جزء اول میں اپنے سیدنا اور اس کے مدرسے کے ماحول کی جس طرح عکاسی کی ہے اور جو انداز بیان اس نے اختیار کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدیم معاشرے کا مذاق اڑا رہا ہے ۔ اپنے استاد کی حرص و ہوس کی من گھڑت داستانیں مزے لے لے کر بیان کرتا ہے ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ طہٰ حسین اس معاشرہ سے انتقام لینا چاہتا ہے جس نے اس کے خیال کے مطابق اسے کوئی اعلیٰ مقام نہ دیا تھا ۔ اور جب وہ زندگی کے نشیب و فراز سے گزر کر ایک اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے تو انھوں نے معاشرے کے ہر فرد کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اس میں مبالغہ آمیزی و افسانہ نگاری کا خوب خوب استعمال کیا ۔ چنانچہ ایک جگہ اپنے استاد سیدنا کو کاذب جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے ۔

سیدنا کی خبر لینے کے بعد عریف (مانیٹر) کی باری آتی ہے ؛ چنانچہ لکھتے ہیں کہ : عریف کے نزدیک سیدنا جھوٹا اور مکار انسان تھا اور سیدنا کے نزدیک عریف چور اور عیار تھا ۔ طہٰ حسین خود وقتاً فوقتاً عریف کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھاری رشوتیں پیش کیا کرتے تھے تاکہ ان کی خامیوں پر پردا پڑا رہے ۔ خلاصہ یہ کہ انھوں نے مدرسہ اور اس کے متعلقین کی منظر نگاری جس انداز سے پیش کی ہے اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ تمام افراد مجرم تھے اور صرف طہ حسین قابل رحم شخصیت تھی جسے عمداً نظرانداز کر دیا گیا ۔ چنانچہ ایک دفعہ اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکالتے ہیں :

''و اخذ يظهر من عيوبها و سياتهما ما كان يخفيه و أخذ يلعنهما امام الصبيان و يصفها بالكذب و السرقة و الطمع و يتحدث عنهما باشياء منكرة و كان يجد فى التحدث بها شفاء لنفسه و لذة لهؤ لاالصبيان''۔

اس کے بعد ایک جگہ انھوں نے اپنے باپ کو سیدنا کے ہم پلہ قرار دیا ہے جب انھوں نے یہ قسم کھانے کے بعد کہ وہ اب اسے سیدنا کے پاس نہیں بھیجیں گے دوبارہ بھیج دیا تو اس موقع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''و اى فرق بين الشيخ يقسم و يحنث و بين سيدنا يرسل الطلاق و الايمان ارسالا و هو يعلم انه كاذب'' ۔

الایام جزء اول کی بارھویں فصل میں اپنے الفیہ پڑھنے اور یاد کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جس روز الفیہ پڑھنے کے لیے گھر سے نکلے تو وہ کس قدر اکڑ اکڑ کر چل رہے تھے ۔ اور اس سے ان کے مرتبے میں خاصا فرق آ گیا تھا ، چنانچہ مزاحیہ انداز میں لکھتے ہیں :

''اگرچہ الفیہ کا نسخہ بہت بوسیدہ اور ناقص جلد والا تھا لیکن اس بوسیدگی اور شکستگی کے باوجود پچاس مصاحف کا مقابلہ کر سکتا تھا جسے اس کے ساتھی اٹھائے پھر رہے تھے ۔ کیونکہ مصحف تو اسے بھی یاد تھا لیکن اس سے کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فائدہ نہ ہوا اور بہت سے نوجوان اسے یاد کرتے ہیں لیکن انہیں کوئی نہیں پوچھتا اور نہ انہیں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر جلوس کی شکل میں لایا جاتا ہے۔ یہ اس الفیہ کی برکت تھی کہ اس کے بھائی کو اس قدر انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ علاوہ ازیں الفیہ کو ہر طالب علم نہیں پڑھ سکتا۔ الفیہ تو اشعار کا مجموعہ ہے اور قرآن کریم میں ایک شعر بھی نہیں اور وہ ان اشعار کو پڑھ کر اس قدر خوش ہوتا کہ ایک آیت یا سورت پڑھ کر خوشی محسوس نہ کرتا تھا۔"

اس کے بعد وہ اپنے دوسرے استاد یعنی قاضی صاحب کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

"هو قاضی الشرع (بقاف ضخمة و راء مفخمة)"

اس کے بعد وہ استاد کے الفیہ پڑھنے کی نقالی کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ رلانے والے انداز میں اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ایک جگہ اپنے والد سے دھوکہ بازی کی داستان دہرائی ہے کہ والد کے پوچھنے پر کہ آج کون سا حصہ یاد کیا ہے وہ اکثر اس میں غلط بیانی سے کام لیتے کیونکہ ان کے والد کوئی پڑھے لکھے انسان نہ تھے۔

ایک جگہ شہر کے علماء اور ان کے اطوار و عادات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :

"فاما احدهم فكان كاتبا فی المحكمة الشرعية قصيرا ضخما غليظ الصوت جهورية يمتلی شدقه بالالفاظ حين يتكلم فتخرج اليک هذه الالفاظ ضخمة كصاحبها غليظ كصاحبها"۔

۲۔ دوسرا اہم اور قابل غور وہ حصہ ہے جہاں طہٰ حسین نے اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچپن کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ میں نے دیگر علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ علم کی ایک نئی قسم سحر و طلسم کا بھی اضافہ کیا اور اس کے عملی تجربے کیے - چنانچہ آخر میں لکھتے ہیں کہ میری مرجع اشتیاق صرف دو چیزیں تھیں :

۱ - سحر ۲- تصوف

یہاں طہ حسین نے عقلی استدلال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جادو اور تصوف میں کوئی فرق نہیں - چنانچہ اس سلسلے میں ان کے دلائل انھی کے الفاظ میں ہدیۂ ناظرین ہیں :

”علم کی ان دو قسموں کا اجتماع کوئی اچنبھے کی بات نہیں اور نہ ہی یہ مشکل ہے کیونکہ اختلاف صرف ظاہری ہے - بہر حال صوفی بھی تو یہی کہتا ہے کہ وہ غیب کے پردوں کے ماورا آئندہ حالات کی پیش گوئی کر سکتا ہے اور قوانین فطرت کی خلاف ورزی کر کے خارق عادات چیزیں دکھا سکتا ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ صوفی کا تعلق فرشتوں سے ہوتا ہے اور جادو کا تعلق شیاطین سے ہے -“

چنانچہ اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں :

”ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ میں تصوف اختیار کروں اور بتکلف جادو اپناؤں - مجھے قوی امید ہے کہ میں ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکوں گا“ -

اس لیے طہ حسین نے ایک ایسی کتاب کا مطالعہ کیا جس میں ایک طلسمی ڈنڈے کا ذکر تھا - جب اسے زمین پر مارا جاتا تو اس سے نو جن نکل آتے تھے اور وہ صاحب عصا کے مطابق احکام بجا لاتے - چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی خاطر طٰہٰ حسین نے عملی تجربے کیے جس کی تفصیل الایام جزء اول میں موجود ہے ۔ ہم ان واقعات کو دوہرانا نہیں چاہتے لیکن طٰہٰ حسین کی اس بنیادی غلطی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جہاں اس نے تصوف اور جادو کو ہم مرتبہ قرار دیا ہے اور تصوف کا مذاق اڑا کر تمام صوفیاء کرام کی نیتوں پر ایک چرکا لگایا ہے کہ ان کی ریاضیات و عبادات کا مقصد صرف غیب کی باتیں بتلانا تھا ۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے اعمال و افعال اس غرض کے تحت نہیں سرانجام دیے جاتے کہ ان سے محض خوارق عادات کا اظہار کیا جائے ۔ اس کے برعکس جادو کا مقصد صرف لوگوں کی غلط ضروریات اور دوسروں کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے جس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارہ ملتا ہے :

یفرقون بہ بین المرء و زوجہ و ماھم بضارین بہ من أحد الا باذن اللہ“ ۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا یہ قیاس مع الفارق ہی کہلا سکتا ہے ۔ قرآن کریم نے جادو کو حرام اور باطل قرار دیا ہے اور اس کی نسبت شیاطین کی طرف کی ہے ۔ اس کے برعکس تصوف کے اعمال و افعال کا تعلق خدا کی ذات اور اس کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے اور اپنے نفس کا تزکیہ کر کے بلند مقامات کا حصول پیش نظر ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ وہ اپنے والد کے ایک واقعہ کا ذکر بھی اسی انداز میں کرتے ہیں جس سے ان کے ذہنی رجحان کا بخوبی پتا لگ سکتا ہے :

کہ تصوف و جادو کی طرف یہ میلان صرف ان کی ذہنی اپچ ہی نہ تھی بلکہ ان کے والد محترم انھیں اس طرف مائل کیا کرتے تھے اس لیے ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے نماز ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعا ، استخارہ کا سہارا لیا کرتے تھے ۔ ان سب کے علاوہ ان کے پاس سورۂ یس کا ایک وظیفہ تھا جسے وہ اپنے الدھے بیٹے سے کروایا کرتے تھے ۔

ان واقعات کا انداز بیان کچھ اس قسم کا ہے کہ انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ چیز بھی طہ حسین کے نزدیک تصوف و جادو کی قسم تھی ۔ بھلا طہ حسین کا مادہ پرستانہ ذہن ایسی باتوں کو کب قبول کر سکتا تھا ۔

(باقی ، باقی)

© rasailojaraid.com